تنزیل و تاویل

سورۃ البقرۃ

(۱)

(از جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

اس سورت کو سورۂ بقرہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ذبح بقرہ کا واقعہ مذکور ہے جو حق جل وعلا کی الوہیت اور کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ ایک مقتول کا محض ذبح کی ہوئی گائے کا ایک ٹکڑا لگا دینے سے زندہ ہو جانا، فقط اس فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کے ارادہ اور مشیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا، اگر کسی کو اس کی قدرت و مشیت میں شک ہے تو اس طریق سے اب کسی مقتول کو زندہ کر دکھائے۔ علاوہ بریں یہ واقعہ منکرین حشر اجساد کے لیے ایک عظیم الشان حجت ہے کہ وہ اس واقعہ سے عبرت پکڑیں اور خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے وقت اسی طرح مردوں کو زندہ فرمائے گا۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعتبار سے یہ واقعہ ایک معجزہ تھا جو ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کے لیے من جانب اللہ ظاہر کیا گیا تھا۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ صراط مستقیم کا اقتضا یہی ہے کہ بغیر تفتیش اور تفحص کے انبیاء کرام کی اطاعت کی جائے۔ انبیاء اللہ کی اطاعت سے انحراف ضلال مبین (کھلی گمراہی) ہے اور ان حضرات سے تعنت اور حجتیں کرنا موجب غضب اور لعنت ہے اعاذنا اللہ من ذلک - آمین۔

اللہ جل جلالہ کی ہدایت اور انبیاء کرام کی نصیحت جب ہی نفع دیتی ہے کہ دل میں خدا کا خوف اور ڈر موجود ہو

صراط مستقیم اور راہ حق کی تلاش ہوتی ہی اسوقت ہے جب کہ خدا کا خوف دل میں موجود ہو اور اس کے غضب اور لعنت سے بچنے کی فکر ہو ورنہ جس شقی اور بدبخت کا دل خدا کے خوف سے خالی ہے اس کے حق میں انبیاء کا ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے۔

الٓمٓ

اس قسم کے حروف جو سورتوں کی ابتدا میں ذکر کیے جاتے ہیں اون کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ سلف صالحین کے نزدیک یہ حروف متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی مراد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کما قال تعالیٰ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۔ ان متشابہات کی حقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

خلفائے راشدین اور دیگر حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ایسا ہی منقول ہے (ابن کثیر)۔

بعض سلف اور جمہور متکلمین اور خلیل اور سیبویہ کے نزدیک حروف مقطعات ان سورتوں کے نام ہیں جن کی ابتدا میں یہ وارد ہوتے ہیں۔ جو مضامین اُس سورت میں بالتفصیل مذکور ہیں یہ حروف مقطعہ بالاجمال ان پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری کا نام الجامع الصحیح المسند من احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سننہ و ایامہ کتاب موصوف کے تمام مفصل مضامین کا ایک اجمال ہے۔

جس طرح مرکبات کلامیہ کا مفید معنی ہونا ان کے اجزاء یعنی کلمات مفردہ کے مفید معنی ہونے پر موقوف ہے اسی طرح کلمات مفردہ کا مفید معنی ہونا حروف ہجائیہ کے مفید معنی ہونے پر موقوف ہے۔ اور علیٰ ہذا ترکیب معنی ترکیب کلام پر موقوف ہے۔ کلام میں جس درجہ ترکیب ہوگی اسی درجہ معنی میں بھی ترکیب ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ مرکبات اضافیہ اور مرکبات توصیفیہ کے معنی میں اتنی ترکیب نہیں جتنی کہ مرکبات تامہ خبریہ کے معنی میں ترکیب ہے ترکیب لفظی کے انحطاط سے ترکیب معنوی میں بھی انحطاط آگیا۔

مرکبات اضافیہ اگرچہ فی حد ذاتہا مرکبات ہیں ....

مگر مرکبات تامہ جزیہ کے لحاظ سے فی الجملہ بسیط ہیں اور اسی نسبت سے اُن کے معنی میں بھی بساطت اور اجمال ہے
مگر حروف ہجائیہ اصول لغات اور مادہ کلمات ہونے کی وجہ سے انتہا درجہ کے بسیط ہیں پس اسی نسبت سے اُن کے معنی
میں بھی انتہا درجہ کی بساطت اور غایت درجہ کا اجمال ہوگا۔ بغیر تفہیم الٰہی اور بدون تائید غیبی کے ایسے اجمال کا
سمجھنا ناممکن اور محال ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ نے فوز الکبیر میں اسی مسلک کو اختیار فرمایا ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حروف مقطعات کے اسرار و رموز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن
حضرات پر منکشف ہوتے ہیں جو من جانب اللہ علوم نبوت کے خاص طور پر وارث بنائے گئے ہیں۔ بلکہ کسی وقت حروف
مقطعات خود بخود ان وارثین علوم نبوت کے سامنے اپنے اندرونی اسرار و غوامض بولنے لگتے ہیں۔ جس طرح کہ
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک پر سنگریزے تسبیح پڑھتے تھے اور گوہ اور ہرن آپ سے کلام
کرتے تھے۔ باقی ہم جیسوں کا حروف مقطعات کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہنا اسکی ہرگز ہرگز دلیل نہیں ہو سکتا
کہ فی نفس الامر اور فی الواقع یہ حروف حقائق و معارف سے عاری ہیں (روح المعانی)۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ

کتاب حقیقت میں یہی ہے جس کے حق اور منزل من اللہ ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک اور شبہ
نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔	اس نازل کردہ کتاب کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

اور خدا کی نازل کی ہوئی کتاب میں کبھی شک ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کسی کو شک پیش آئے تو وہ
اس کے فہم کا قصور ہے۔ خدا کی بھیجی ہوئی کتاب میں بھی اگر شبہ کی گنجایش نکل آئے تو پھر وہ کون سی کتاب ہے
کہ جس پر یقین کیا جائے۔ ویل یومئذ للمکذبین فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی۔ مگر یہ آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ

مدینہ الی اللہ- حجۃ الوداع میں دسویں تاریخ ذی الحجہ کو منی میں آخری تبع کے زمانہ سے یہود نبی آخرالزمان کے انتظار میں مدینہ منورہ آکر آباد ہوئے تھے۔ ان آیات میں انھیں کو خطاب ہے کہ یہ وہی کتاب ہے کہ جس کی خبر انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں چنانچہ بہت سے علماء بنی اسرائیل جو حقیقت بین علماء تھے وہ ایمان لائے اور جن کی قلوب ثمن قلیل اور دراہم معدودہ کی محبت میں گرفتار تھے وہ اس سعادت سے محروم رہے

کما قال تعالیٰ شانہٗ۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۔ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۙ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۔

قرآن کو ہم نے بتفریق نازل کیا تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے آہستہ آہستہ پڑھیں اور بتدریج ہم نے اسکو نازل کیا آپ کہہ دیجئے کہ اس قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ مگر وہ لوگ کہ جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے اُن کی حالت تو یہ ہے کہ جب ان پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو ٹھوڑیوں پر سجدہ میں گر جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ بیشک خدا کا وعدہ (جو اس کتاب کے نازل کرنے کا تھا) وہ پورا ہو کر رہا۔ اور گریہ زاری کرتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گرتے ہیں اور ان کے خشوع میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

(صفات مومنین مخلصین) هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ - یہ جملہ ذالک الکتاب کی دوسری دلیل ہے یعنی کتاب حقیقت میں یہی ہے اس لیے کہ اول تو اس میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں دوم یہ کہ یہ کتاب خدا کے عقاب و عتاب سے ڈرنے والوں کے لیے ایک نور مبین اور مشعل ہدایت ہے۔ سورۃ فاتحہ میں بندوں کی جانب سے خدا کی حمد و ثناء کا تذکرہ تھا۔ سورۃ بقرہ میں اس کے برعکس خدائے عزوجل کی جانب سے عباد متقین کی مدح و ثناء کا ذکر ہے۔ سبحان اللہ۔ محض اپنی رحمت کاملہ اور فضل عمیم سے ایمان اور تقویٰ کی

توفیق عطا فرماتے ہیں۔ اور پھر خود ہی اُس کی توصیف فرماتے ہیں۔ اللھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔

لغت میں تقویٰ کے معنی صیانت اور حفاظت کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں اُن چیزوں سے جو آخرت میں ضرر رساں اور نقصان دہ ہوں، بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ اور چونکہ ضرر کے درجات مختلف ہیں اسی اعتبار سے تقویٰ کے بھی مراتب مختلف ہیں۔

پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اسلام میں داخل اور کفر سے تائب ہو کر عذاب دائمی سے اپنے کو بچا لینا۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ ارتکاب کبائر اور اصرار علی الصغائر سے اپنے نفس کو محفوظ رکھنا کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

خَلِّ الذُّنُوبَ صَغِیْرَھَا وَکَبِیْرَھَا ذَاکَ التُّقٰی

چھوٹے اور بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دے یہی تقویٰ ہے

وَاصْنَعْ کَمَاشٍ فَوْقَ اَرْ ضِ الشَّوْکِ یَحْذَرُ مَا یَرٰی

راہ خدا میں اس طرح چل جس طرح کہ خار دار جنگل میں ڈر ڈر کر اور سنبھل سنبھل کر کوئی چلتا ہے

لَا تَحْقِرَنَّ صَغِیْرَۃً اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحِصٰی

چھوٹے چھوٹے گناہ کو بھی حقیر مت سمجھو چھوٹے چھوٹے سنگریزوں ہی سے پہاڑ بن جاتے ہیں

حضرت عمرؓ نے اُبیّ بن کعب رضؓ سے تقویٰ کی حقیقت دریافت فرمائی تو انھوں نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین کیا کبھی کسی پر خار راہ سے نہیں گزرے؟ فرمایا کیوں نہیں۔ ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنین پھر آپ نے اس وقت کیا کیا؟ فرمایا کہ میں نے دامن چڑھائے، اور کانٹوں سے بچنے میں اپنی پوری جد و جہد کر خرچ کر ڈالا۔ ابی بن کعب رضؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنین بس یہی تقویٰ ہے۔ یعنی حق جل و علا کی معصیت اور نافرمانی سے بچنے کے لیے اپنی پوری ہمت اور طاقت کو خرچ کر دینا اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اسی لیے ارشاد ہے :۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ یقیناً خدا کے نزدیک سب سے زائد عزت والا وہی ہے جو تم میں سے سب سے زائد پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والا ہے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ قلب کو ہر اس چیز سے محفوظ کر لینا جو خدا سے غافل کرتی ہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے) میں یہی تقویٰ مراد ہے۔

خدا کا خوف اور اس کے عقاب و عتاب کا ڈر ہی ہدایت کا مبداء اور ہر قسم کے فوز و فلاح کا سرچشمہ ہے اسی لیے حضرت نوح اور حضرت ہود اور حضرت صالح اور حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے اپنی قوموں کو یہ نصیحت فرمائی۔ أَلَا تَتَّقُونَ (کیا تم کو خدا کا خوف نہیں) اور فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ جیسا کہ سورۂ شعراء میں مذکور ہے۔ اس لیے کہ بغیر خدا کے خوف کے کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ کما قال تعالیٰ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ۔ یعنی جو خدا سے ڈرتا ہوگا وہ جلد نصیحت قبول کرے گا۔

حق جل و علا نے دوسرے موقع پر بجائے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کے هُدًى لِّلنَّاسِ (یعنی ہدایت ہے انسانوں کے لیے) ارشاد فرمایا ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو متقی نہیں وہ انسان بھی نہیں انسانیت اور آدمیت کا اقتضاء یہ ہے کہ اپنے مالک اور خالق سے ڈرے اور جو اس احکم الحاکمین سے نہیں ڈرتا وہ انسان نہیں بہائم کے مثل ہے بلکہ ان سے بھی بدتر کما قال تعالیٰ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔

سفر آخرت کے لیے تقویٰ ہی کا توشہ اور تقوے ہی کا لباس کار آمد ہوتا ہے۔ کما قال تعالیٰ:

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ سفر کیلیے توشہ لو پس تحقیق کہ سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے

جس طرح بغیر زاد راہ کے مسافر کی ظاہری اور جسمانی حیات ناممکن ہے، اس سے کہیں زائد بغیر زاد تقویٰ کے مسافر آخرت کی معنوی اور روحانی حیات ناممکن اور محال ہے۔ اور جس طرح ایک معمولی راستہ سے

عریاں اور برہنہ گزرنا خلاف حیاء و شرم ہے اسی طرح اس عظیم الشان شاہراہ سے جو ایک لمحہ کے لیے بھی بے شمار ملائکۃ اللہ سے خالی نہیں ہوتی لباس تقوٰی سے برہنہ اور عریاں گزرنا کس طرح بے حیائی اور بے شرمی نہ ہوگا۔ اعاذنا اللہ من ذلک آمین۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ۔ یہ کلمہ المتقین کی صفت ہے۔ المتقین میں تمام بری باتوں کے ترک کی طرف اشارہ تھا اب امور خیر کا ذکر فرماتے ہیں۔ چونکہ اجزاء انسان میں سب سے اعظم اور اشرف جزء قلب ہے اس لیے سب سے پہلے فعل قلب یعنی ایمان کا ذکر فرمایا۔ قرآن عظیم اور حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بے شمار نصوص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان فعل قلب ہے۔ **کما قال تعالیٰ**:۔

مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ۔ بعض لوگ محض زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔ ایسے ہی لوگوں کے دلوں میں ایمان کو نقش کر دیا ہے۔

وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ یہ کہو کہ اسلام لائے یعنی ظاہراً اطاعت قبول کی لیکن دلوں میں ابھی تک ایمان نہیں پہونچا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مشہور ہے:۔

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ۔ اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ

لغت میں ایمان کے معنی مطلق تصدیق کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں جن چیزوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ہونا قطعی اور یقینی اور بدیہی طور پر ثابت ہوگیا محض نبی اور رسول کے اعتماد پر ان کی تصدیق کا نام ایمان ہے اور ایسے ہی امور کی تکذیب اور انکار کا نام کفر ہے مثلاً توحید و رسالت ختم نبوت حشر و نشر بعث و جزاء اور نماز مخصوصہ اور ارکان معلومہ کے ساتھ نماز اور حج کا ادا کرنا وغیر ذلک جس طرح سے ان کا دین ہونا ثابت ہوا ہے اسی طریق پر اُن کی تصدیق و تسلیم ایمان کہلائیگی۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص مثلاً

صلوٰۃ کا شعار اسلام اور عماد الدین ہونا بمعنی الدعاء تو تسلیم کرتا ہے مگر قیام و قعود اور رکوع و سجود یعنی اس ہیئۃ مخصوصہ کے ساتھ جو قطعی اور یقینی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے اس کی فرضیت اور اس کا شعار اسلام ہونا تسلیم نہیں کرتا تو یہ صریح کفر ہے۔ ایسے امور میں تاویل بھی معتبر نہیں۔ تاویل اسی جگہ معتبر ہے کہ جو قواعد و ضوابط کے ماتحت ہو ہوا و نفسانی اور معاذ اللہ انبیاء کرام کے ساتھ سوء ظن اور بدگمانی پر مبنی نہ ہو۔

عارف جامی شواہد النبوت کے پہلے ہی صفحہ پر حمد و نعت کے بعد فرماتے ہیں :۔

"دو نخستیں رکن از ارکان اسلام اقرار بکلمۂ شہادت است و حقیقت ایمان تصدیق مضمون آن و آں مشتمل بر دو امر است یکے اقرار بوحدانیت حق سبحانہ و تعالیٰ و گرویدن بآن ، دوم اقرار بنوت و رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و گرویدن بآن وامر اول وقتے معتبر است کہ مقتبس از مشکوٰۃ نبوت باشد اگر بمجرد دلائل عقلی اکتفا کنند چوں فلاسفہ واز مشکوٰۃ نبوت نگیرند مفید نجات نیست"

امام غزالی قدس اللہ سرہٗ فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں ایمان اور کفر کی یہ تعریف فرماتے ہیں

الکفر ھو تکذیب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی شیٔ مما جاء بہ والایمان تصدیقہ فی جمیع ما جاء بہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی شئی میں بھی تکذیب کرنے کا نام کفر ہے اور تمام امور میں آپ کی تصدیق کرنا اس کا نام ایمان ہے۔

امام غزالی قدس اللہ سرہٗ کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان کے لیے فقط ایک دو امور کی تصدیق کافی نہیں تمام امور میں رسول اللہ کی تصدیق لازم ہے۔ ہاں کفر میں تمام امور کی تکذیب ضروری نہیں ایک شئی میں بھی رسول کی تکذیب کفر ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اہل ایمان اور اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو تمام امور میں رسول کی تصدیق کرتے ہیں۔ فقط قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے اہل ایمان اور اہل قبلہ کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جائے گا جب تک تمام

امر کی تصدیق نہ کرے۔ کما قال تعالیٰ۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (الیٰ آخر الآیات)

نیکی اور بھلائی اس میں منحصر نہیں کہ تم اپنے چہرے کو مشرق اور مغرب کی جانب پھیر لو۔ لیکن نیکی اور بھلائی یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور یوم قیامت پر اور تمام فرشتوں پر اور اللہ کی ہر کتاب پر اور تمام پیغمبروں پر۔

الحاصل۔ شریعت کے نزدیک اہل قبلہ وہی لوگ کہلائیں گے جو تمام امور دینیہ کی تصدیق کرتے ہوں اور کسی امر دینی کے مکذب اور منکر نہ ہوں۔ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک امر کا بھی مکذب اور منکر ہو وہ شخص قطعاً ویقیناً دائرۂ ایمان اور زمرۂ اہل قبلہ سے خارج ہے اگرچہ وہ شخص قبلہ رو ہوکر دن میں پچاس نمازیں ادا کرتا ہو۔ قال تعالیٰ :۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

کیا تم کتاب کی بعض باتوں پر ایمان لاؤ گے اور بعض کا انکار کر دو گے؟ تو تم میں سے جو ایسا کرے گا اُس کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ حیات دنیا میں رسوائی اور قیامت کے دن ایسے لوگ زیادہ شدید عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اور اللہ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کرتے ہو۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ آیت شریفہ میں دنیا کی رسوائی اور آخرت کا سخت سے سخت عذاب اُنہی لوگوں کے لیے ذکر فرمایا ہے جو کتاب الٰہی کے بعض احکام کی تصدیق اور بعض کی تکذیب کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ اخروی نجات کے لیے فقط بعض احکام کی تصدیق ہرگز کافی نہیں۔ پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں :۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے حیات دنیا کو آخرت کے عوض
بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ	خرید لیا ہے۔پس ان پر سے عذاب کم نہ کیا جائے گا اور
وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	نہ ان کی مدد کی جا سکے گی۔ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب
مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ	دی تھی اور اس کے بعد دوسرے رسول بھیجے اور عیسیٰ
وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ	بن مریم کو کھلے ہوئے نشانات (معجزے) دیئے
بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ	اور روح قدس سے اس کی تائید کی۔تو پھر کیا تم
بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا	ایسے ہو گئے کہ جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری
كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ	خواہشات کے خلاف کچھ لے کر آیا تو تم نے سرکشی کی بعض
بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۔	کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کرنے لگے اور انھوں نے کہا کہ ہمارے

دل غلافوں میں محفوظ ہیں۔نہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے پس وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جس خاص کفر پر لعنت فرمائی ہے وہ یہی کفر ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بجانب اللہ ایسی چیزیں لے کر آتے جو نفسانی خواہشوں کے خلاف ہوں تو یہود بے بہبود نے اسوقت سرکشی اور انبیاء کرام کی تکذیب کی۔

عارف ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ فلاسفۂ یونان جو سمٰوات وکواکب کے فنا وفساد کے قائل نہیں وہ قطعاً کافر ہیں جیسا کہ امام غزالی نے اپنے رسائل میں اسکی تصریح کی ہے اس لیے کہ یہ لوگ نصوص قطعیہ اور اجماع انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر ہیں۔ کما قال تعالیٰ :-

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وقال اللہ تعالیٰ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وقال اللہ تعالیٰ وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۔

نیدانند کہ مجرد تفوہ بکلمۂ شہادت و رسلام کافی نبست — نہیں جانتے کہ محض کلمہ شہادت پڑھ لینا سلمان ہونیکے لیے کافی نہیں

تصدیق جمیع ما علم مجیئہ من الدین بالضرورۃ باید (مکتوبات صفحہ ۳۲۳)

مسلمان ہونے کے لئے اُن تمام چیزوں کی تصدیق کہ جن کا دین ہونا قطعی اور بدیہی طور پر ثابت ہوگیا لازمی اور ضروری ہے۔

الحاصل جو شخص ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا منکر اور مکذب ہو وہ شخص اہل قبلہ سے نہیں

چنانچہ ردالمحتار (صفحہ ۵۷۲) میں ہے:۔

اھل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتھا فی الشرع واشتھر فمن انکر شیئا من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ سبحانہ بالجزئیات وفرضیۃ الصلوۃ والصوم لم یکن من اھل القبلۃ ولو کان مجاھدا بالطاعات وکذلک من باشر شیئا من امارات التکذیب کسجود الصنم والاھانۃ بامر شرعی والاستھزاء علیہ فلیس من اھل القبلۃ ومعنی عدم تکفیر اھل القبلۃ ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الامور الخفیۃ غیر المشھورۃ۔ ھذا ما حققہ المحققون فاحفظہ۔

متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ ہے جو ضروریات دین کی تصدیق کرے یعنی اُن امور کی جن کا ثبوت شرع میں معلوم و مشہور ہو چکا ہے۔ پس جس نے ضروریات میں سے کسی چیز مثلاً حدوث عالم اور حشر اجساد اور اللہ سبحانہ کے عالم جزئیات ہونے اور نماز و روزہ کی فرضیت کا انکار کیا وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے اگرچہ وہ طاعات میں کتنی ہی کوشش کرتا ہو اسی طرح جو شخص علامات تکذیب میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرے مثلاً بت کو سجدہ کرنا اور کسی امر شرعی کی توہین کرنا اور اس کا مذاق اڑانا، تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب یا چھوٹی چھوٹی غیر مشہور باتوں کے انکار پر کسی کی تکفیر نہ کی جائے گی یہ محققین کی تحقیق ہے۔ اسے یاد رکھو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۔

یقیناً جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے۔ اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راہ اختیار کریں، وہ بالتحقیق کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ایک رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جنھوں نے ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کی ان کو عنقریب اللہ ان کے اجر عطا کرے گا۔ اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص بعض چیزوں پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہ لائے وہ شخص پکا کافر ہے۔ فقط بعض چیزوں پر ایمان لانے سے اللہ کے نزدیک وہ مومن نہیں ہوتا۔

علیٰ ہذا حلال قطعی کو حلال سمجھنا اور حرام قطعی کو مثلاً زنا اور لواطت۔ خمر اور خنزیر کو حرام سمجھنا یہ بھی ایمان کا جزو لاینفک ہے اور حلال قطعی کی حلت کا انکار اور حرام قطعی کی حرمت کا انکار صریح کفر ہے مثلاً اگر کوئی شخص زنا اور لواطت کی حرمت کا انکار کرے تو وہ شخص بلاشبہ کافر ہے۔ ہاں جن چیزوں کی حلت و حرمت ظنی ہو ان کے انکار سے کافر نہیں ہوتا۔ کما قال تعالیٰ :-

وَقَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۔

اور جنگ کرو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ یوم آخر پر، اور حرام نہیں سمجھتے اس چیز کو جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے ۔۔

(باقی)